ڈاکٹر جمیلہ شوکت، پشاور یونیورسٹی

ناصر الحدیث حضرت امام شافعیؒ

علامہ ابن حجر العسقلانی نے توالی التاسیس میں دو احادیث بیان کی ہیں پہلی حدیث ہے :۔

قال قال رسول اللہ لا تسبوا قریشاً فان عالمہا یملاء الارض علماً

اس حدیث کو عبداللہ بن مسعودؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ حضرت علی کرم اللہ وحضرت ابوہریرہؓ نے روایت کیا ہے الطیالسی نے اپنی مسند میں اور ابونعیم و امام البیہقی نے اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے۔ کہ مندرجہ بالا حدیث کے مصداق امام شافعیؒ ہی ہیں۔ امام النوویؒ نے بھی اس حدیث کا مصداق امام شافعیؒ ہی کو قرار دیا ہے۔

دوسری حدیث یہ ہے :۔ ان اللہ تعالی یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ رجلاً من یجدد لھا دینھا۔ امام احمد بن حنبلؒ کا ارشاد گرامی ہے کہ اس حدیث کے مطابق پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں اور دوسری صدی ہجری کے مجدد امام شافعیؒ ہیں۔

اگر عالم اسلام کے علمار کرام پہ نظر ڈالی جائے تو امام شافعیؒ جیسے چند علمار ہی نظر آتے ہیں جو تمام تر علوم اسلامیہ پر چھائے ہوئے ہیں۔ ان علوم کی کوئی سی شاخ لے لیں، امام شافعیؒ ہر جگہ ایک نمایاں مقام پر نظر آتے ہیں۔

امام شافعیؒ کا اسم گرامی محمد، ابوعبداللہ کنیت اور ناصر الحدیث لقب ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ شافع بن سائب کی طرف نسبت کی وجہ سے آپ کو شافعیؒ کہا جاتا ہے۔

آپ کا شجرۂ نسب محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب ابن عبید بن عبد بن یزید بن ہاشم بن عبدالمطلب بن عبدالمناف ہے اس طرح ساتویں پشت پر جا کر سلسلہ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا ملتا ہے[1]

آپ کی والدہ ماجدہ قبیلہ ازد سے تھیں جو یمن کا انتہائی معزز قبیلہ ہے آپ ۱۵۰ھ میں غزہ میں پیدا ہوئے اس سلسلہ میں مختلف روایات ہیں، کہ آپ عسقلان میں پیدا ہوئے یا یمن میں یا منیٰ میں، زیادہ مستند یہی ہے کہ آپ

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد۔ ا ص ۲۵۱

عسقلان کے قصبے غزہ میں پیدا ہوئے اس کی تائید امام موصوف کے اس قول سے بھی ہوتی ہے ولدت بغزۃ وحملتنی امی الی عسقلان "یعنی میں غزہ میں پیدا ہوا اور وہاں سے میری والدہ مجھے عسقلان لے گئیں"۔

آپ کی ابتدائی تعلیم حجاز میں قبیلہ ازد میں ہوئی۔ آپ کی عمر جب دو سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ آپ کو عسقلان سے حجاز لے گئیں۔ اور دس سال کی عمر تک آپ نے وہاں تعلیم حاصل کی۔ آپ خود فرماتے ہیں۔ حفظت القران و انا سبع سنین وحفظت الموطا وانا ابن عشر[۱] یعنی میں نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک اور دس سال کی عمر میں الموطا حفظ کرلی تھی۔

آپ جب دس سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ نے آپ کو آپ کے چچا کے پاس مکہ بھیج دیا۔ باوجود چچا کی غربت کے آپ نے محنت اور لگن سے انساب، ادب، تاریخ اور فقہ میں کمال حاصل کیا۔ تین سال تک آپ نے مسلم بن خالد الزنجی سے فقہ اور ابن جریج سے علم حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ تیرہ برس کی عمر میں آپ نے امام مالک[۲] کے فضل و کمال کے متعلق سنا تو آپ اپنے استاد مسلم بن خالد الزنجی کا خط لے کر مدینہ روانہ ہوئے اور امام مالک کی خدمت میں حاکم مدینہ کے ساتھ حاضر ہوئے۔ امام صاحب آپ کے مؤثر اور بلیغ انداز گفتگو سے متاثر ہوئے اور فرمایا۔

اتق اللہ سیکون لک شان۔ یعنی اللہ سے ڈرتے رہو کسی دن تمہاری اونچی شان ہوگی۔[۳]

امام مالک کی وفات تک آپ ان کے ساتھ ہی رہے۔

امام مالک کے علاوہ آپ نے مدینہ منورہ میں جناب ابراہیم بن سعد الانصاری، عبدالعزیز بن محمد الدراوردی، محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک اور عبداللہ بن نافع الصائغ سے بھی استفادہ کیا۔

روایت حدیث کی جرح و تعدیل کے لئے اور ان کی ذہنی حالت کی جانچ پڑتال کے لئے علم فراست بہت ہی ضروری ہے۔ آپ نے یمن جاکر علم فراست حاصل کیا۔ اور اس علم میں کتابیں بھی لکھیں۔

اس کے علاوہ آپ نے قبیلہ ہذیل میں رہ کر علم فصاحت ولغت وادب بھی حاصل کیا۔ بنو ہذیل کے قریباً دس ہزار اشعار آپ کو زبانی یاد تھے۔ اس کے علاوہ یمن میں آپ نے تیر اندازی، فن تاریخ، نحو و عروض بھی حاصل کئے اور علم حدیث وفقہ میں مطرف بن مازن۔ ہشام بن یوسف القاضی، عمرو بن ابی سلمہ صاحب الاوزاعی اور یحییٰ بن حسان اور اللیث بن سعد کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے۔

عراق میں آپ نے علم الحدیث، فقہ وعلوم القرآن میں وکیع بن جراح، ابواسامہ حماد بن ابواسامہ، اسماعیل بن

---

[۱] سیرۃ ائمہ اربعہ ص ۳۴۶ [۲] تہذیب التہذیب ج ۲ و ۲۹ و تاریخ بغداد ج ۲ ص ۶۳ [۳] الکمال فی اسماء الرجال ص ۵۹۵

علیہ، اور عبدالوہاب بن عبدالمجید سے استفادہ کیا۔[1]

مدینہ میں آپ کی ملاقات امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد سے ہوئی جو اس وقت کوفہ کے عالم و مفتی تھے۔ آپ امام مالک کی اجازت لے کر ۱۷۲ھ میں کوفہ روانہ ہوئے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمد سے مذاکرات و مناظرات علمیہ کئے[2] اور امام محمد سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر کتابیں نقل کیں۔

قیام کوفہ کے دوران آپ نے عراق کے دوسرے شہروں کی طرف بھی سفر کئے۔ آپ دیار ربیعہ بغداد اور مصر بھی گئے۔ شمالی عراق میں حران کے مقام پر ایک عرصہ تک قیام کیا۔ فلسطین بھی تشریف لے گئے اور رملہ میں قیام کیا۔ آپ عراق میں ۱۷۲ھ سے ۱۷۴ھ تک رہے۔

۱۷۴ھ میں آپ پھر مدینہ امام مالک کے پاس تشریف لے گئے۔ امام مالک کی وفات کے بعد آپ کو یمن میں نجران کا حاکم بنا کر بھیجا گیا۔ وہاں پر حاسدوں کی شرارت کی بنا پر قید ہو کر ہارون الرشید کے سامنے لائے گئے لیکن باعزت بری ہو گئے۔

۱۸۱ھ میں آپ مکہ تشریف لائے۔ مکہ میں آپ کا قیام ۱۷ سال تک رہا۔ قیام مصر کے دوران آپ صرف ایک ماہ کے لئے بغداد تشریف لے گئے۔ اس کے بعد مامون نے عباس بن موسیٰ کو والیٔ مصر بنا کر روانہ کیا تو آپ نے بھی اہل بغداد کو الوداع کہا۔ اور مصر روانہ ہو گئے۔ مصر میں آپ نے اپنے ننھیال بنو ازد کے ہاں قیام کیا۔ آپ نے وہاں جامع عمرو بن العاص میں درس سے اپنی علمی زندگی کا آغاز کیا۔ اور مصر ہی میں وفات پائی۔

امام شافعیؒ نے رجب کے آخری دن ۲۰۴ھ میں شب جمعہ کو اس دار فانی سے انتقال کیا۔ بعض اصحاب فرماتے ہیں کہ آپ نے پنجشنبہ کو انتقال فرمایا اور بعض کہتے ہیں کہ پنجشنبہ کو نماز مغرب آپ نے ادا کی اور بعد عشاء فوت ہوئے۔ بعض اصحاب یہ فرماتے ہیں کہ بروز جمعہ فوت ہوئے۔ پنجشنبہ والی روایت زیادہ درست ہے کیونکہ اہل شہر کو آپ کی وفات کی خبر جمعہ کے روز ہوئی تھی۔

ابن حجر کے بیان کے مطابق امام صاحب کی موت کا سبب عام طور پر یہ ہے کہ آپ کے اور فتیان بن ابو السمح المالکی المصری کے درمیان کسی مسئلہ پر مناظرہ ہوا جس میں فتیان کی طرف سے کچھ زیادتی ہوئی۔ جھگڑے نے طول کھینچا تو یہ مقدمہ امیر مصر کی عدالت میں پیش ہوا۔ جہاں فتیان کو سزا ہو گئی۔ اور اس عداوت کی بنا پر ایک رات اس نے امام صاحب کو ایسا گُرز مارا جس کے باعث سر پر شدید چوٹ آئی۔ جو آخر کار آپ کی موت کا سبب بنی۔

---

[1] ترجمان الشافعی فی کتاب الام جلد صہ [2] ایضاً

ابن حجر العسقلانی اس واقعہ کو روایت کے اعتبار سے مستند قرار نہیں دیتے لیکن تہذیب التہذیب میں خود ہی فرماتے ہیں " مات شہیداً " اس کے علاوہ شذرات الذہب میں علامہ عبدالحی فرماتے ہیں:-

ولم یزل بہا ناشراً للعلم ملازماً للاشتغال الی ان اصابتہ ضربۃ شدیدۃ فمرض بسببہا ایاماً ثم مات۔

ابوحیان محمد بن یوسف جو اکابر شافعیہ میں سے ہیں۔ انہوں نے امام صاحب کے مرثیہ میں مصری مالکیوں کے بغض وعناد و ایذا رسانی کا تذکرہ کیا ہے اور اس مرثیہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اختلاف مذہب کی وجہ سے بہت سے اصحاب مالکیہ سے آپ کی دشمنی ہو گئی تھی جس کی بنا پر افسوسناک واقعہ پیش آیا۔

آپ کے شاگرد المزنی فرماتے ہیں کہ میں آپ کے پاس مرض الموت میں عیادت کے لئے گیا۔ اور پوچھا کہ کیا حال ہے۔ آپ فرمانے لگے۔

"اصبحت من الدنیا راحلاً ولاخوانی مفارقاً ولکاس المنیۃ شارباً وبسوء اعمالی ملاقیاً وعلی اللہ وارداً فلا ادری روحی تصیر الی الجنۃ فاھنّاھا او الی النار فاعزّیھا"

اس کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

الیک الہ الخلق ارفع رغبتی — وان کنت یا ذا المن والجود مجرماً

اے معبود خلائق، میں اپنی رغبت کو تیری طرف کرتا ہوں اگرچہ اے عظیم احسان اور بخشش کرنے والے میں گنہگار رہوں۔

ولما قسی قلبی وضاقت مذاھبی — جعلت رجائی نحو عفوک سلما

جب میرا دل سخت ہوگیا اور میرے راستے بند ہو گئے تو میں نے اپنی امید کو تیری بخشش کے لئے سیڑھی بنایا

تعاظمنی ذنبی فلما قرنتہ — بعفوک ربی کان عفوک اعظما

میرا گناہ بہت بڑا معلوم ہوتا ہے مگر اے پروردگار تیرے عفو کے ساتھ اس کا اندازہ کیا تو اسے بھاری پایا

فما زلت ذا عفو عن الذنب لم تزل — تجود و تعفو منہ و تکرما

اے پروردگار تو ہمیشہ بخشش کرنے والا گناہوں کو معاف کرنے والا، سخاوت کرنے والا ہے

فلولاک لم یسلم من ابلیس عابداً — وکیف وقد اغوی صفیک آدما

اور اگر تیرا فضل نہ ہو تو شیطان سے کوئی عابد نہ بچ سکے کیونکہ اس نے تو تیرے برگزیدہ آدمؑ کو بھی بہکا دیا تھا۔

المزنی کے بیان کے مطابق آپ جب نماز مغرب سے فارغ ہوئے تو آپ پر نزع کی حالت طاری ہوگئی۔ آپ نے

فرمایا۔ مصر میں جو مشہور عابد اور لیس ہیں ان سے جا کر کہو کہ میری مغفرت کی دعا کریں۔ پھر آپ نے عشاء کی نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اس کے بعد آپ فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

انتقال کے بعد امام المزنی نے آپ کو غسل دیا اور بعد نماز جمعہ سری بن حکم امیر مصر نے نماز جنازہ پڑھائی اور بعد نماز عصر آپ کو دفن کیا گیا۔

امام شافعی نے علوم و فنون میں بہت سے اساتذہ سے استفادہ کیا جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپ نے مکہ، مدینہ، یمن، عراق اور مصر کے تمام اکابر علماء سے فیضان تلمذ حاصل کیا۔ ان میں امام مالک سر فہرست ہیں۔ ان کے علاوہ سفیان ابن عیینہ، مسلم بن خالد الزنجی، سعد بن سالم۔ عبد العزیز بن محمد، وکیع اور ابو اسامہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

اسی طرح آپ کے تلامذہ کی تعداد بھی بے شمار ہے۔ سلیمان بن ربیع فرماتے ہیں۔

کہ ایک دن میں نے شمار کیا تو امام شافعیؒ کے دروازے پر نو سو سواریاں اہل علم کی موجود تھیں۔ لیکن وہ تلامذہ جو علم و فضل کے آسمان پر ستاروں کی طرح جگمگائے ان کی تعداد ابن حجر العسقلانی کے مطابق ایک سو چونسٹھ ہے۔ ان میں امام احمد بن حنبل۔ ابو بکر الحمیدی، ابو ثور، حرملہ بن یحییٰ۔ سلیمان بن داؤد، ابو محمد الزعفرانی۔ اسماعیل ابن یحییٰ المزنی اور ابو یعقوب البویطی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

ان کے صحاح ستہ کے راویوں کی بڑی تعداد کو آپ کے شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہے ان میں سے چوبیس سے امام بخاریؒ نے، سترہ سے امام مسلمؒ نے، اٹھارہ سے ابو داؤد نے، نو سے النسائی اور چھ سے ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔[1]

محمد بن حسن المروزی کے مطابق امام شافعی کی تصانیف کی تعداد ایک سو تیرہ ہے۔ ابن ذولاق کے قول کے مطابق آپ کی تصانیف کی تعداد ایک سو چودہ ہے۔ علامہ عبد الحیٔ فرماتے ہیں۔ کہ آپ دو سو سے زائد کتابوں کے خالق ہیں۔ اتحاف النبلاء میں نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ آپ کی تصانیف ایک سو تیرہ ہیں۔

ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں۔ کہ امام شافعی جس فصاحت او بلاغت سے تقریر فرماتے تھے اس کے سمجھنے کے لئے کافی علم کی ضرورت تھی۔ لیکن آپ نے اپنی تصانیف میں انتہائی آسان و سلیس زبان کو اختیار کیا ہے[2] آپ اپنے شاگردوں کو فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں ان کو بحد امکان احتیاط سے دلائل کو لکھ دیا ہے۔ تاہم غلطی سے پاک صرف کلام الٰہی ہے اس لئے اگر تم میری کتابوں میں کوئی مسئلہ خلاف کتاب و سنت پاؤ تو

(باقی ص ۳۷ پر)

[1] سیرۃ آئمہ اربعہ ص ۳۹ [2] ایضاً ص ۴۰

B.P

ذائقے میں لذیذ
غذائیت سے بھرپور
حفظانِ صحت کے
اصولوں پر تیار کردہ

بی پی

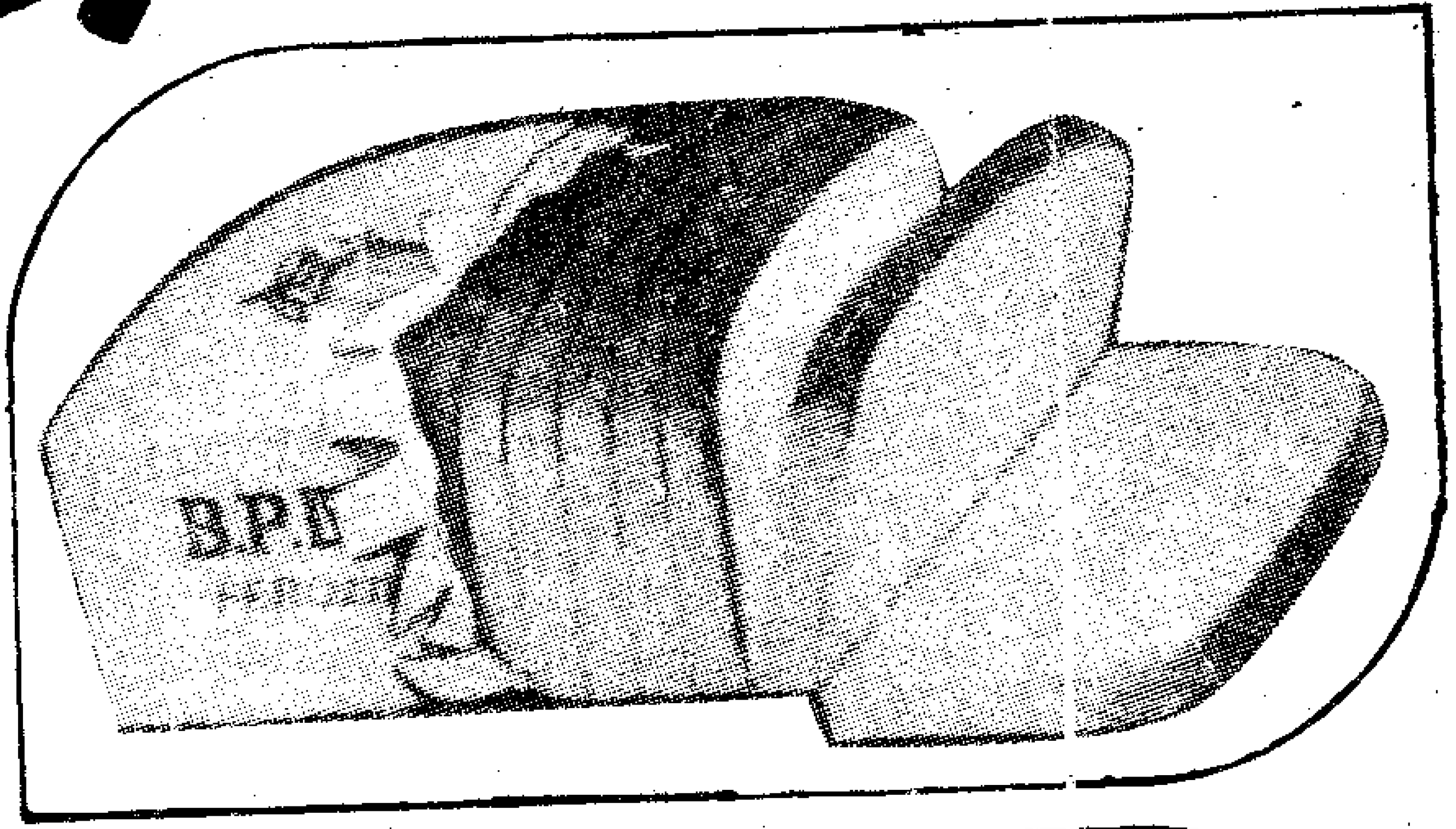

- ڈبل روٹی
- فروٹ بن
- فروٹ کیک

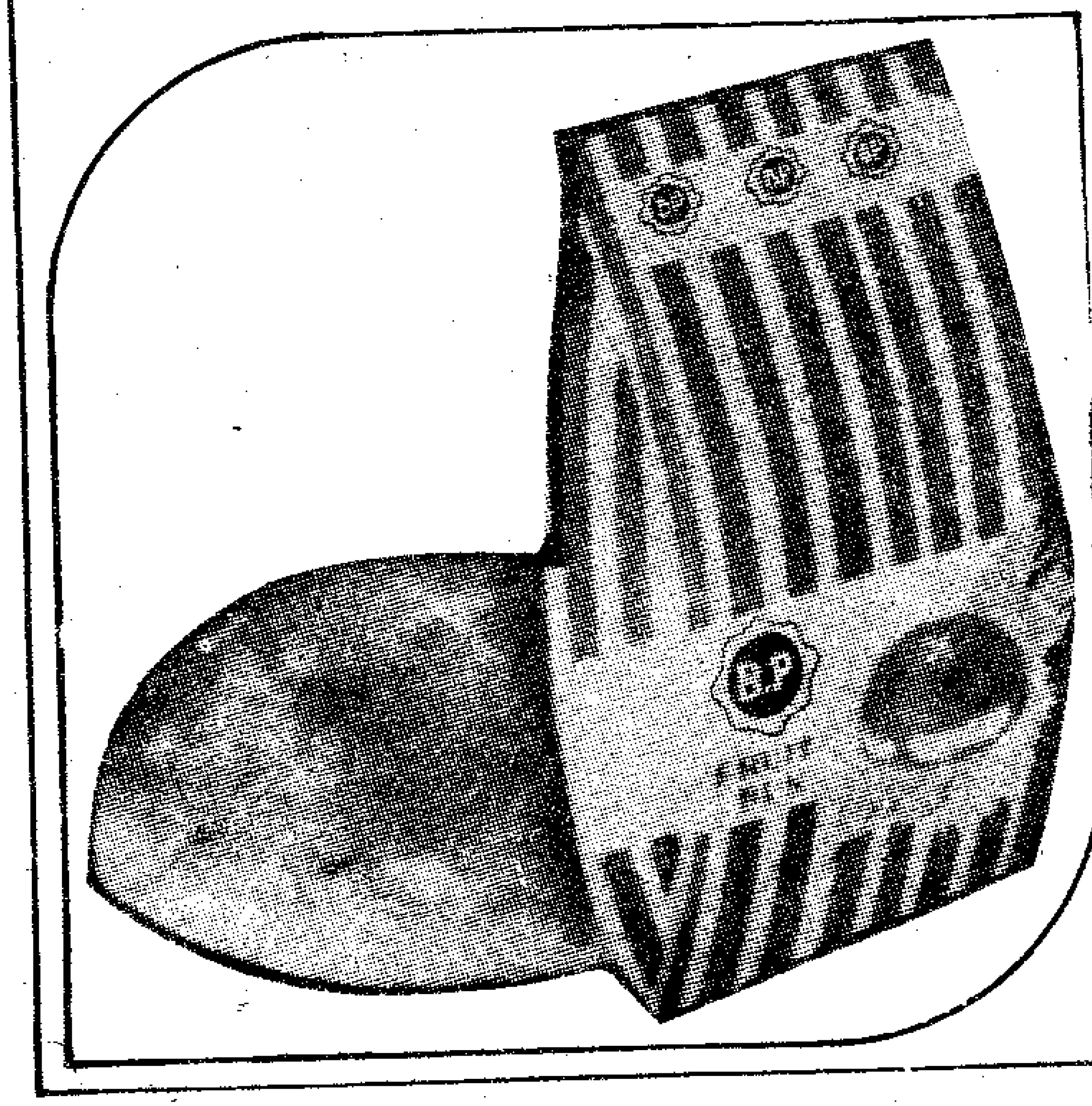

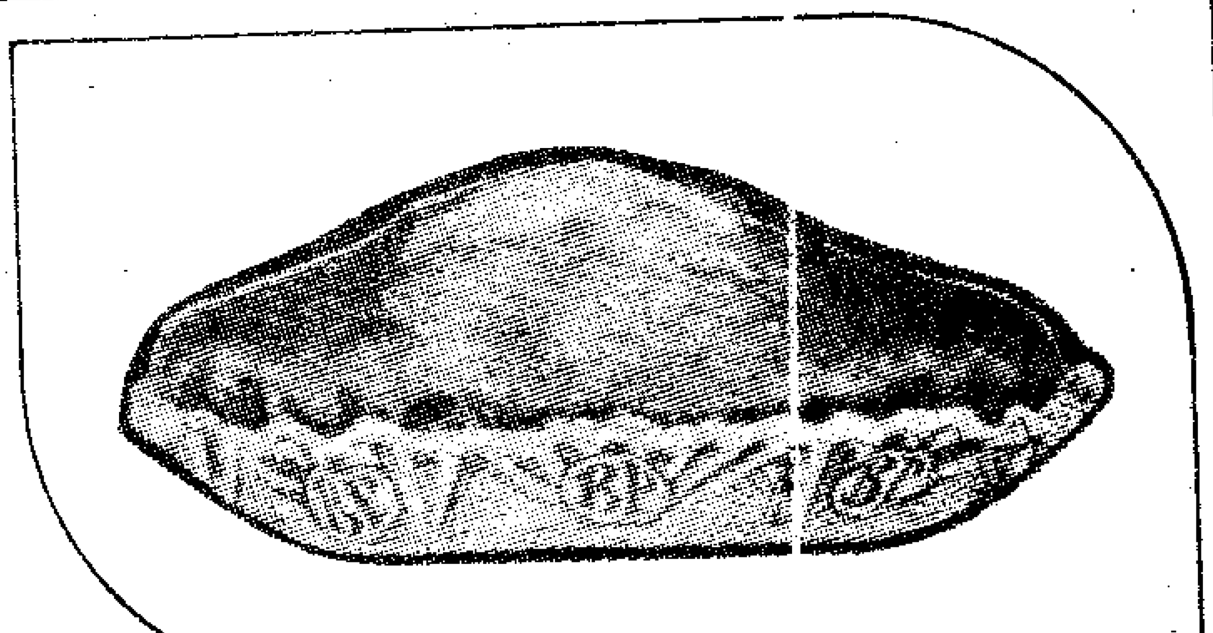

بی پی (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۵۱- فیروز پور روڈ - لاہور
فون: ۳۱۶۸۳۱ ، ۳۱۶۸۳۷